جناب مولانا عزیز زبیدی، واربرٹن ضلع شیخوپورہ

فتاوٰی

جناب محمد صدیق صاحب ملک بی۔ اے، بی۔ ایڈ لکھتے ہیں کہ:

متدرجہ ذیل سوالات کے جوابات چاہئیں؛

١۔ عقیقہ کے معنے کیا ہیں اور اس میں کیا حکمت ہے؟

٢۔ اس کے لئے کون کون سے جانور جائز ہیں اور ان کی عمر کیا ہونی چاہیئے؟

٣۔ یہ کب تک کیا جاسکتا ہے ——— کیا پیدائش کے دن بھی ہو سکتا ہے؟

٤۔ اس کے گوشت کی تقسیم کیسے ہونی چاہیئے؟

٥۔ اس کی کھالوں کا کیا حکم ہے، کیا خود استعمال کی جاسکتی ہے؟

٦۔ عقیقہ کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

محمد صدیق ملک، بی۔ اے، بی۔ ایڈ چک وڈواں، شیخوپورہ

(٥ ر فروری ١٩٧٥ء)

الجواب وھو اعلم بالصواب:

معنے:

عقیقہ کا مادہ "عق" ہے، اس کے معنے پھاڑنے اور کاٹنے کے ہیں۔ بچے کے سر کے جو بال کاٹے جاتے ہیں یا جس جانور کا عقیقہ دیا جاتا ہے، ان کو بھی "عقیقہ" کہتے ہیں، کیونکہ کاٹے جاتے ہیں۔

(العق) الشق والقطع و(منہ) عقیقۃ المولود وھی شعرہ لانہ تقطع عنہ یوم اسبوعۃ

و (بھاسمیت) الشاۃ التی تذبح عنہ" (المغرب فی ترتیب المعرب ص۵۳، ج ۲، للامام ابی الفتح المخوارزمی المتوفی ۶۱۶ ھ)

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "عقیقہ" کہنے کو پسند نہیں فرماتے تھے کیونکہ اس کے ایک معنے "نافرمانی" کے بھی ہیں:

"لا احب العقوق وکانہ کرہ الاسم (ابوداؤد، وسکت عنہ احمد والنسائی)

لہٰذا "ذبیحہ یا نسیکہ" کہنا پسند کیا گیا ہے (نیل الاوطار والمغرب)

——متعارف نام کے طور پر آپ نے بھی "عقیقہ" نام لیا ہے، لیکن مقصود اس سلسلہ کی بات کی تفہیم تھی۔

حکمت:

سب سے بڑی حکمت اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی خوشنودی ہے۔ اس کی متعدد حکمتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ بچے کے نسب کی اشاعت کہ فلاں کا ہے اور اس کے گھر میں پیدا ہوا ہے۔

۲۔ "انفاق فی سبیل البر" کے لئے اسے ایک تقریب سعید بنایا گیا ہے۔

۳۔ عیسائی اپنے نومولود بچوں کو زرد رنگ کے پانی میں رنگ دیتے تھے، اسلام نے کہا کہ زرد رنگ سے کیا حاصل، اگر رنگ الٰہی نہ چڑھا۔ گویا کہ اسلام نے اس کے مقابلے میں اسے تقریبِ ذبیح اسمٰعیل بنا کر "حنیفیت" کی راہ پر لا کھڑا کیا ہے جس میں تلمیح یہ ہے کہ باپ براہیمی خلت اور حنیفیت کا رنگ اختیار کرے اور بیٹا ذبیح اللہ کی طرح آدابِ فرزندی سے بہرہ ور ہو کیونکہ حلق اور ذبح دونوں براہیمی شعار رہیں۔

۴۔ یہ فریضہ ادا کر کے یہ نکتہ سمجھایا گیا ہے کہ گویا باپ نے اپنے جگر گوشے کو راہِ حق میں قربان کر دیا ہے جیسا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا تھا۔ شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں:

"فمن تلک المصالح التلطف باشاعۃ الولد . . . ومنہا اتباع داعیۃ السخاوۃ و عصیان داعیۃ الشح ومنہا ان النصاریٰ کان اذا ولد لہم ولد صبغوہ بماء اصفر یسمونہ المعمودیۃ، ویقولون یصیر بہ نصرانیا . . . فاستحب ان یکون للحنیفیین فعل بازاء فعلہم ذالک یشعر بکون الولد حنیفیا تابعا لملۃ ابراہیم واسماعیل علیہما الصلوٰۃ واشہر الافعال المختصۃ بہما المتوارثۃ فی ذریتہما

ما وقع لہ علیہ السلام من الاجماع علی ذبح ولدہ ثم نعمۃ اللہ علیہ ان فداہ بذبح عظیم واشھر شرائعھما الحج الذی فیہ الحلق والذبح فیکون التشبہ بھما فیہ بالملۃ الحنیفیۃ ونداء ان الولد قد نعل بہ مایکون من اعمال ھذہ الملۃ ومنھا ان ھذا الفعل فی بدء ولادتہ تخییل الیہ انہ بذل ولدہ فی سبیل اللہ کما فعل ابراھیم علیہ السلام (حجۃ اللہ البالغۃ ص۱۰۸ ج ۲)

۵ - یہ اللہ کا شکریہ ہے کہ اس نے بچہ عنایت کیا اور اس کی سلامتی اور عافیت کے لئے ایک گونہ درخواست بھی ہے:

"والنعمۃ تتم علی المنعم علیہ بقیامہ بالشکر ووظیفۃ الشکر فی ھذہ النعمۃ ماسنہ نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو ان یعق عن المولود شکرا للہ تعالیٰ وطلبا سلامتہ المولود" (مرقات ص۱۵۷ ج ۸)

۶ - شیطان نے قسم کھائی تھی کہ ذریت آدم کی جڑ ماروں گا، چنانچہ وہ اس کی تاک میں لگ جاتا ہے اور اس کے پیدا ہوتے ہی اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے، فرمایا یہ عقیقہ اسی مردود سے پیچھا چھڑانے کے لئے ایک فدیہ ہے۔

قال ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ:

واقسم لربہ انہ لیستاصلن ذریتہ الیٰ آدم الا قلیلا منھم فھو بالمرصاد للمولود من حین یخرج الی الدنیا فحین یخرج یبتدرہ عدوہ ویضمہ الیہ ویحرص علیٰ ان یجعلہ فی قبضتہ وتحت اسرہ ومن جملۃ اولیاءہ وحزبہ۔۔۔ فشرع سبحانہ للوالدین ان یفکا رھانہ بذبح یکون فداءہ (تحفۃ الودود باحکام المولود ص۲۳)

فکانت العقیقۃ فداء وتخلیصا من حبس الشیطان لہ وسجنہ فی اسرہ ومنعہ لہ من سعیہ فی مصالح آخرتہ التی الیھا معادہ (ص۲۳)

کون کونسے جانور ذبح ہو سکتے ہیں؟

(۱) بکری، بکرا (۲) مینڈھا (۳) اونٹ اور گائے جائز ہیں۔

۱ - عن الغلام شاتان وعن الجاریۃ شاۃ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، احمد، ابن حبان)

۲ - عق عن الحسن والحسین کبشا کبشا (ابو داؤد ونسائی در وائل ابن حبان)

۳ - یعق عنہ من الابل والبقر والغنم (طبرانی وابو الشیخ عن انس)

گو سندا یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں ابن الیسع الباہلی جو بہت ضعیف ہے (میزان) لیکن دوسرے آثار سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ یہ بکری بکرا تک محدود نہیں ہے۔ حضرت انسؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اونٹ ذبح کیا کرتے تھے۔

"عن الحسن قال کان انس بن مالک یعق عن ولدہ الجزور ان ابا بکرولد لہ ابنہ عبد الرحمان فکان اول مولود بالبصرۃ فنحر عنہ جزورا فاطعمہ اھل البصرۃ"

(تحفۃ الودود لابن القیم ص۳۶)

جمہور کا یہی مسلک ہے۔

اسلام کی دینی تقریبات کے مجموعی مطالعہ سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ ان میں مندرجہ بالا جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے، وہ بکری بکرے تک محدود نہیں ہے۔ یہی صورت یہاں بھی ہے۔ خاص جو بزرگ اس کو ضحیہ کے حکم میں رکھتے ہیں ان کے لئے تو یہ اور ضروری ہو جاتا ہے کہ یہاں بھی حکم عام رکھیں، اس لئے ہم اس حد تک جانے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں کہ، مرغی اور چڑیا تک کا ذبیحہ بھی دیا جائے جیسا کہ ابراہیم تیمی سے ابن حزم وامام مالک نے نقل کیا ہے کہ:

"انہ یستحب العقیقۃ ولو بعصفور" (محلی ابن حزم ص۶۱۹/۷ ومؤطا ص۲۹۷)

کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کے مجموعی تعامل میں اس کا کوئی نشان نہیں ملتا۔

چونکہ بعض روایات میں "عقیقہ" کو "نسک" (ان ینسک) بھی کہا گیا ہے۔ اس لئے بہت سے ائمہ نے ان جانوروں کے لئے وہ شرائط اور عمریں بھی ضروری قرار دی ہیں، جو قربانی کے جانوروں کے لئے اسلام میں مقرر کی گئی ہیں لیکن ہمارے نزدیک اس کے لئے صرف "اشتراک اسمی" کافی نہیں ہے بلکہ ضروری امور کیلئے تصریح ضروری ہوتی ہے کیونکہ یہ تشریع ہے جس کے ہم مجاز نہیں ہیں۔

دیکھئے زکوٰۃ کا لفظ معروف معنوں میں زکوٰۃ کے لئے جس طرح استعمال کیا گیا ہے، ویسے عام صدقات کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے لیکن عام صدقات کے لئے وہ شرائط ضروری نہیں رہے جو زکوٰۃ کے لئے متعین ہیں۔ کیونکہ اصل عموم ہے، خصوص کے لئے تصریح ضروری ہے۔

اسی طرح ان جانوروں کا جوان ہونا تو ضروری ہے لیکن دوندا وغیرہ کی شرائط کچھ ضروری نہیں ہیں کیونکہ حدیث میں جس طرح قربانی کے جانوروں کے لئے تصریح ملتی ہے، یہاں نہیں ملتی، ہاں اگر کوئی

شخص از خود "بہتر سے بہتر" کے جذبہ سے ایسا جانور دینے کی کوشش کرے جو قربانی کے لئے ضروری ہیں تو یہ دینے والے کی مرضی ہے اور ہوسکتا ہے کہ شایانِ شان خدا کے حضور پیش کرنے کے لئے "بہتر سے بہتر" کو ملحوظ رکھنے پر اللہ تعالیٰ اس کو اس کا مزید اجر بھی عنایت فرمائے (انما الاعمال بالنیات) لیکن یہ بات سند کی نہیں جذبہ کی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ ان میں سے افضل کیا ہے، فقہاء کے نزدیک اونٹ پھر گائے، اس کے بعد پھر بھیڑ بکری کا نمبر ہے (بدایۃ المجتہد ص۳۶۳) مگر حضورؐ کا عمل مؤخر الذکر پر ہے۔

کب اور کب تک؟

افضل بلکہ احتیاط اسی میں ہے کہ ساتویں دن عقیقہ ہوجائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی طرح فرمایا ہے:

"تذبح عنہ یوم سابعہ ویسمیٰ فیہ ویحلق رأسہ" (سنن الاربعہ) وامر بتسمیۃ المولود یوم سابعۃ ووضع الاذیٰ عنہ والعق (ترمذی) اذا کان یوم السابع فاھریقوا عنہ دماً (طبرانی اوسط، تحفۃ الاحوذی ص۳۶۴/۲)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل مبارک بھی اسی کا موید ہے:

"قالت عائشۃ عق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن حسین وحسن یوم السابع وسماھما وامران یماط عن رأسہ الاذیٰ" (زوائد ابن حبان ص۲۶۱)

علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، عقیقہ کے لئے ساتواں دن ہی مقرر اور مخصوص ہے:

"والظاھر ان العقیقۃ موقتۃ بالیوم السابع (تحفۃ الاحوذی ص۳۶۵/۲)

اگر کسی وجہ سے ساتویں دن نہ ہوسکے تو پھر چودھویں یا اکیسویں دن تک کیا جاسکتا ہے:

"عن بریدۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قال العقیقۃ تذبح لسبع ولاربع عشرۃ ولاحدی وعشرین" (اخرجہ البیہقی، سبل السلام)

یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ ابو اسحاق اسمٰعیل بن مسلم مکی جو اس حدیث کا راوی ہے اور اس میں متفرد بھی ہے، بہت ضعیف راوی ہے۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول سے اسکی تائید ہوجاتی ہے، ان کا نظریہ ہے، ساتویں، چودھویں اور اکیسویں دن تک ہوسکتا ہے۔

"سبعۃ ایام واربع عشرۃ واحدی وعشرین" (تحفۃ الاحوذی ص۱۲ لابن قیم)

محلی میں اس کے الفاظ یہ ہیں:

"ولکن ذالک یوم السابع فان لم یکن ففی الرابع عشر فان لم یکن ففی احدی و عشرین (محلی ص ۶۳۱/۷)

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ اس کا راوی عبدالملک بن ابی سلیمان ہے:

"هذا لا یصح لانہ من روایۃ عبد الملک بن ابی سلیمان (ص ۶۳۱/۷)

لیکن ہمارے نزدیک امام ابن حزم کا فیصلہ محل نظر ہے، کیونکہ وہ خود بھی اس کی تضعیف کے سلسلے میں مطمئن نظر نہیں آتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

ثم لو کان صحیحا الخ" (ص ۶۳۱/۷)

کہ "اگر وہ صحیح بھی ہو تو ۔ ۔ ۔"

اصل بات یہ ہے کہ یہ راوی ثقہ ہے، شعبہ، سفیان ثوری و ابن عیینہ ان کے شاگرد ہیں، امام یحیٰ بن معین، امام نسائی اور امام ترمذی نے ان کی توثیق کی ہے (خلاصۃ تہذیب الکمال ص ۲۰۹)

بریدۃ والی روایت ایسی نہیں کہ ان آثار کے باوجود قابل اعتبار نہ رہے کیونکہ جرح مفسر نہیں پائی گئی۔

حضرت عائشہ رض، حضرت عطاء، امام ابن وہب، امام احمد اور امام اسحٰق کا یہی مذہب ہے۔ (تحفۃ المولود باحکام المولود ص ۱۹)

امام ابن حزم کے نزدیک اگر ساتویں دن نہ ہو سکے تو عمر کے کسی حصے میں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ قرض ہو گیا ہے جو کسی وقت ادا کیا جا سکتا ہے:

"ان لم یذبح فی الیوم السابع ذبح بعد ذالک متی امکن فرضا ۔ ۔ ۔ لانہ قد وجب الذبح یوم السابع ولزم اخراج تلک الصفۃ من المال ۔ ۔ ۔ فهو دین واجب اخراجه (وباللہ تعالیٰ التوفیق) (محلی ۶۳۲/۷)

ساتویں دن سے پہلے عقیقہ:

باقی رہا ساتویں دن سے پہلے عقیقہ کرنا، سو بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کہ ہو سکتا ہے، لیکن اس سلسلہ میں حدیث کوئی نہیں ہے، اس لئے صحیح یہ ہے کہ اگر پہلے کر لیا تو ادا نہیں ہو گا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت ملنے کے بعد اپنا عقیقہ آپ

کیا تھا:

"عق من نفسہ بعد النبوۃ" (تلخیص الحبیر ص ۱۴۷ ج ۲)

لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا راوی "ابن محرر" بے حد ضعیف ہے۔

"وقال منکر وفیہ عبد اللہ بن محرر وھو ضعیف جدًا" (تلخیص الحبیر ص ۱۴۷ ج ۲)

"قال البخاری، منکر الحدیث" (خلاصۃ تھذیب الکمال) "وقال ابو حاتم والدارقطنی متروک" (تھذیب)

قال عبد الرزاق انما ترکوا عبد اللہ بن محرر لھذا الحدیث (تحفۃ الودود ص ۳۵)

ساتواں دن:

جس دن بچہ پیدا ہوا ہے، اس میں اس کو شمار کرنا چاہیے:

قلت: الظاھر ھو ان یحسب یوم الولادۃ (تحفۃ الاحوذی ص ۳۶۴ ج ۲)

ساتویں دن میں حکمت:

ایک یہ کہ سات دن تک بچے کے سلسلہ میں ظن غالب ہو جاتا ہے کہ ان شاء اللہ زندہ رہیگا تخلیق کے سلسلے میں حق تعالیٰ کی حکمت عملی بھی یہی ہے کہ چھ دن میں مکمل کی گئی ہے گویا کہ یہ دن عمر کے "یوم مبد" مرتبہ میں پہلا مرحلہ ہے، اس کو مکمل کرنے کے بعد شہری (ماہانہ) دور شروع ہوتا ہے، پھر برسی (سالانہ) پہلے سسکم دن تکمیل حیات کے پہلے مرحلے میں خام اور کم رہے، اگر تیسرے دور سے آگے بڑھ جائیں تو پھر تکرار شروع ہو جاتی ہے، اس لئے ساتواں دن تکمیل کا حوصلہ افزا مرحلہ ثابت ہوا۔ جس کے بعد عموماً زندگی کی گاڑی چل نکلتی ہے۔ امام ابن القیم نے بڑی تفصیل سے اسے ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (تحفۃ الودود ص ۳۰/۳۱)

یہ وہ احکام ہیں جن کی بناپر "ساتویں" دن کی تخصیص کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے اس لئے مبارک یہی ہے اور یہی سنت۔ ۱۴/ یا ۲۱ دن تک کا سلسلہ ایک گونہ گنجائش ہے جو محض "معذرت" کے درجے میں ہے، مقام عزیمت نہیں ہے اور سنۃ اللہ کے بھی عین مطابق ہے۔ واللہ اعلم!

تقسیم گوشت!

تقسیم بھی کیا جائے اور خود بھی کھایا جائے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت

حسن رض حضرت حسین رض کی ولادت پر جو عقیقہ دیا تھا، اس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا تھا:

"عن جعفر عن ابیہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فی العقیقۃ التی عقتھا فاطمۃ عن الحسن والحسین رضی اللہ عنھم ان یبعثوا الی القابلۃ منھا برجل وکلوا واطعموا ولا تکسروا منھا عظما" (مراسیل ابی داؤد باب فی الضحایا ولن یأکل ص ۴۱)

ورواہ البیہقی عن ابیہ عن جدہ" (نیل الاوطار ص ۱۱۲/۵)

دائی جنائی کو بھی کچھ گوشت کا ٹکڑا مثلاً ران وغیرہ بھیجا جائے جیسا کہ مراسیل ابی داؤد میں آیا ہے مسند حاکم میں آیا ہے:

"امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ فقال زنی شعر الحسین وتصدقی بوزنہ فضۃ واعطی القابلۃ رجل العقیقۃ" (رواہ الحاکم وسکت عنہ المنذری)

حضرت عائشہ رض کا بھی یہی ارشاد ہے:

"فیاکل ویطعم ویتصدق" (محلی ابن حزم ص ۶۳۱/۷)

امام ابن القیم نے ابن منذر کے حوالے سے یہ بھی ان سے نقل فرمایا ہے کہ پکایا جائے:

"تطبخ" (تحفۃ الودود ص ۲۴)

امام ابن قیم فرماتے ہیں کہ شکریے کے جتنے متداول کھانے ہیں ان کا یہی طریقہ ہے کہ پکا کر کھلائے جاتے ہیں اور ان کے لئے مختلف نام ہیں۔ مثلاً مہمان کے لئے کھانے کا نام "قران" ہے، دعوت کے کھانے کا نام "مادبہ" ملاقات کرنے والوں کے کھانے کا نام "تحفہ" شادی کے کھانے کا "ولیمہ" بچے کی پیدائش کا "خرس" اگر یہ ساتویں دن ہو تو "عقیقہ" ختنے کا "عذیرہ" ماتم کا "وضیمہ" سفر سے آنے والے کا "نقیعہ" عمارت کی تکمیل سے فراغت پر کھانا کھلانے کا نام "وکیرہ" ہے۔ ان سب میں گوشت بانٹنے کے بجائے پکا کر ہی کھلانا ہوتا ہے۔ (تحفۃ الودود ص ۲۴)

لیکن یہ کھانا دعوت ولیمہ کی طرح لوگوں کو گھر بلا کر کھلانے کے بجائے ہمسایوں اور احباب کے گھروں میں بھیجنے کی سفارش کی گئی ہے:

"قال ابو عمر ابن عبد البر قول مالک ۔ ۔ ۔ ولا یدعی الرجال کما یفعل بالولیمۃ" (تحفۃ الودود ص ۲۷)

"اطعموا"، "تطعم"، "تطبخ" کے الفاظ سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے ہاں کچا بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے

لیکن اگر پکا کر دیا جائے تو زیادہ گھروں تک پہنچایا جا سکتا ہے ۔ اگر کہیں یہ مفید تصور کیا جائے کہ کچا سے وہ زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو بھی اس کی گنجائش ہے جیسا کہ داکٹر جناتی کو کچا بھیجا گیا ۔

کھالیں :

رہیں کھالیں تو ان کو بیچنا جائز نہیں ہے :۔

"قال مالک لا یباع من لحمھا شیئ ولا جلدھا" (موطا امام مالک ص۴۹۷)

امام احمد سے پوچھا گیا کہ کیا بیچ دیا جائے یا صدقہ کیا جائے ؟ فرمایا صدقہ کیا جائے :

"یباع او یتصدق بہ ؟ قال یتصدق بہ" (تحفۃ الودود ص۲۸)

بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص بہنوں کو دینے کے لئے بیچ کر پیسے تقسیم کرنا چاہے تو بھی انہیں چاہیئے کہ ان سب کو بلا کر کھال ان کے حوالے کرے تا کہ وہ خود ہی بیچ کر پیسے باہم تقسیم کر لیں :

"قال اجمعھم وادفعہا الیھم" (تحفۃ الودود ص۲۹)

بہر حال احتیاط اسی میں ہے کہ صدقہ کرنے کے لئے ہی سہی ، تاہم خود نہ بیچے ، جن کو دینا ہے ، ان کے حوالے کر دیں ، وہ خود ہی بیچ کر تقسیم کر لیں گے ۔

مسنون طریقہ :

مندرجہ بالا جوابات سے بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عقیقہ کا مسنون طریقہ کیا ہے ؟ تاہم مختصر اً کر اس کی تفصیل یہ ہے :

پیدائش :

جب بچہ پیدا ہو، اس کے کان میں اذان کہی جائے ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے کان میں اسی طرح اذان کہی تھی جس طرح نماز کے لئے کہی جاتی ہے ۔ (ترمذی)

نام :

پہلے دن بھی نام رکھا جا سکتا ہے جس طرح حضرت ابو اسید نے اپنے صاحبزادے کا نام رکھا ، پھر اسی دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا نام "منذر" رکھا (بخاری و مسلم من سہل) نام بدلا بھی جا سکتا ہے (بخاری و مسلم) لیکن نام رکھنے کا حق صرف والد کو ہے والدہ کو نہیں (تحفۃ الودود ص۴۲) حضور کے نام پر بچے کا نام رکھا جا سکتا ہے (بخاری)

آپؐ کی کنیت پر کنیت رکھنا بھی جائز ہے ہاں جمع کرنا مناسب نہیں۔ بہتر ہے ساتویں دن نام رکھا جائے (ترمذی وغیرہ)

اس کے بعد علاقہ کے صالح ترین آدمی کے پاس لے جاکر اسے گھٹی دلائی جائے، دعائے برکت کرائی جائے اور پھر ان سے نام رکھوایا جائے یا پہلا نام استصواب کرایا جائے (بخاری)

یہ گھٹی کوئی صالح خاتون بھی دے سکتی ہے۔ (تحفۃ الودود)

لوگوں کو چاہیئے، اس خوشی میں والدین کے ساتھ شریک ہوں اور ان کو مبارک باد دیں۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر حضرت ثوبیہؓ نے کیا، جس سے خوش ہو کر ابولہب نے اس کو آزاد کیا۔ . . اور خوشخبری سنانے والے کی دلجوئی اور خدمت کی جائے۔

حضرت حسن بصریؒ نے مبارکباد ان لفظوں میں بیان فرمائی ہے:

"بورک لک فی الموھوب" (تحفۃ الودود ص۹)

یہ مبارکبادی صرف لڑکے کی ولادت پر نہیں بلکہ لڑکی کی ولادت پر بھی ہونی چاہیئے۔

"لا ینبغی لرجل ان یھنئ بالابن ولا یھنئ بالبنت۔ (تحفۃ الودود ص۹)

عقیقہ!

عقیقہ بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہے، بعض فرماتے ہیں، سنت ہے، یہی جمہور کا مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ کچھ مشروع نہیں ہے" (موطا امام محمد) . . . مگر وجوب کا پلہ بھاری محسوس ہوتا ہے:

قالت عائشۃ امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نعق عن الجاریۃ والغلام شاتین (مسند احمد) فعقوا عن الغلام شاتین وعن الجاریۃ شاۃ" (بیہقی)

ساتویں سے پہلے بھی بعض بزرگوں نے جائز کہا ہے مگر حدیث سے ثابت نہیں ہے، اس لئے بہتر ہے ساتویں دن ہی کیا جائے (سنن) اگر ان تاریخوں میں نہ ہو سکے تو پھر ۱۴ یا ۲۱ دیں تک کی بھی گنجائش ہے، (بیہقی وغیرہ)

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر اب بھی نہ ہو سکے تو بڑے ہو کر جب گنجائش ہو کر سکتے ہیں، ان کے لئے ایک حدیث بھی پیش کرتے ہیں مگر حدیث صحیح نہیں ہے (تحفہ) بہر حال منع بھی نہیں آیا۔

حضرت امام احمدؒ سے آپ کے صاحبزادے نے پوچھا، اگر کوئی غریب ہے، نہیں کر سکتا تو کیا قرض لیکر کرلے؟ فرمایا کرلے، اس نے سنت کے احیاء کی کوشش کی ہے، امید ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد کریگا!

«لا ارجو ان استقر حتی ان یخلف اللہ علیہ لانہ احیا سنتہ» (تحفۃ الولود ص۱۹)

امام موصوف کے سامنے یہ حدیث تھی:

کل غلام رھینۃ بعقیقتہ" (ایضاً ص۱۹)

لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک دیا جائے۔ (ترمذی وغیرہ)

اگر گنجائش نہ ہو تو کوئی دوسرا بزرگ یا رشتہ دار بھی دے سکتا ہے (ابو داؤد)

بکری بکرا جو بھی دیں، ان میں نر اور مادہ سب برابر ہیں (ترمذی)

دو بکرے ملتے جلتے ہوں، عمر میں، صحت میں اور دیکھنے میں (ابو داؤد)

ایک مینڈھا ہو اور دوسرا بکرا تو بھی جائز ہے جیسا کہ حسنینؓ کے عقیقہ پر حضرت فاطمہ رضی نے بکرا (شاۃ) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈھا دیا تھا (محلی ص۶۲۳)

عقیقہ کے بکرے پر چھری پھیرتے وقت اسی طرح بسم اللہ پڑھنا کافی ہے جیسا کہ عموماً اس وقعہ پر پڑھی جاتی ہے (سنن)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں، بسم اللہ کے علاوہ یوں بھی کہے:

«ھذہ عقیقۃ فلان بن فلان اللھم منک ولک» (تحفۃ الولود ص۳۱)

سر منڈانا:

ادھر ذبح ہو ادھر بچے کا سر مونڈا جائے اور مونڈ کر اس پر زعفران یا کوئی اور مناسب خوشبو لگا دی جائے۔ (ابو داؤد)

بالوں کے برابر چاندی:

جتنے بال اتریں، اس کے برابر چاندی تول کر صدقہ کر دیا جائے (مسند احمد والحاکم وغیرہ)

گوشت:

گوشت کا ایک ٹکڑا دائی جنائی کو بھیجا جائے (مراسیل ابی داؤد والبیہقی) پکا کر ہمسایوں اور غریبوں کو گوشت بھیجنا زیادہ مناسب ہے۔ کچا بھی بھیجا جا سکتا ہے بشرطیکہ ان کے لئے یہ زیادہ مفید ہو کیونکہ پکا کر بھیجنے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اس طرح لوگوں کو پکانے اور دوسرے مصارف کی زحمت نہ ہوگی۔ پکا پکایا مل جائے گا۔

اگر کوئی یہ تصور کرتا ہے کہ مثلاً ایک پاؤ گوشت گھر میں آگیا تو وہ مرضی کے مطابق پکا کر سارا کنبہ سیر ہو کر کھا سکتا ہے تو اب یہی مناسب ہوگا کہ کچا ہی ان کو دیا جائے۔

کھالیں بیچنا جائز نہیں، ہاں ایک سے زائد مستحقین سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ لو! تاکہ وہ خود ہی بیچ کر باہم تقسیم کرلیں (تحفۃ الاحوذی)

گوشت خود بھی کھایا جائے، ہمسایوں کو دیا جائے اور صدقہ کیا جائے (مراسیل)

اس کے لئے لوگوں کو جمع کر کے کھانا کھلانے کا حدیث میں کوئی ثبوت نہیں، ہاں منع بھی نہیں ہے!